شیخ سعدیؒ فکروفن

حالات زندگی

شیخ سعدی کا پورانام شرف الدین ہے والد کا نام عبداللہ شیرازی تھا، جوایک باخدامتقی اور بزرگ آدمی تھے جس کے نتیجے میں شیخ کو بچپن ہی سے عبادت وریاضت کا ذوق پیدا ہوگیا۔لقب مصلح اور تخلص سعدی، چونکہ آپ کے والد سعدزنگی کے ہاں ملازم تھے۔سعدزنگی کے احترام میں آپ نے اپنا تخلص سعدی رکھ لیا۔آپ کی پیدائش ایران کے ایک شہر شیراز میں تقریباً ۶۰۶ھ میں ہوئی۔

جیسا کہ گلستاں کا یہ شعر جس کی تالیف ۶۵۶ھ میں اپنے آپ کو خطاب کرکے کہا ہے ؎

ای پنجاہ رفت درخوابی! مگرایں پنج روزہ دریابی

اوائل جوانی میں شاعر کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔کہتے ہیں ؎

مرا باشد از حال طفلاں خبر کہ در طفلی از سر برفتم پدر

من آنگہ سرتاجور داشتم کہ سر در کنارِ پدر داشتم

سعدی کے اجداد اہل علم ودانش تھے اور علوم دینی میں شہرت رکھتے تھے ؎

ہمہ قبیلہ ءمن عالمان دین بودند مرا علم عشق تو شاعری آموخت

شیخ بڑے نازونعم سے پل رہے تھے۔دفعتاً باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔آپ تین سال کے تھے کہ یتیم ہوگئے۔آپ کی والدہ آپ کی جوانی تک زندہ رہیں اور آپ ان سے بھی اخلاقی سبق لیتے رہے۔

تعلیم وتعلم

سعدی نے ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی اور اس کے بعد بغداد روانہ ہوئے اور یہاں کے مشہور مدرسہ نظامیہ جس کو نظام الدین طوسی نے ۴۵۹ھ میں قائم کیا تھا۔شیخ ابو اسحاق شیرازی اس مدرسہ کے معلم اعلیٰ تھے۔جب سعدی وہاں پہنچے تو ان کا وظیفہ بھی مقرر ہوگیا۔آپ کے اساتذہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی تھے جو اپنے وقت کے امام علم وفن تھے۔ان کی بے شمار اور عظیم الشان کتابیں ہیں۔شیخ نے فلسفہ، منطق اور دیگر منقولات پر زیادہ توجہ نہیں دی بلکہ حدیث، تفسیر، تصوف اور ادب پر زیادہ مائل رہے۔اس کے علاوہ دوسری علمی محفلوں میں کسب علوم وفضائل کیا۔اس زمانے کے مشہور اساتذہ اور واعظان کرام سے فیض حاصل کیا جس میں ابولفرح بن جوزی (متوفی ۶۵۶ھ) شہاب الدین سہروردی ابوحفص عمر بن محمد، صاحب عوارف المعارف (متوفی ۶۳۲ھ) کے نام نمایاں ہیں اور گلستاں وبوستاں میں ان کا ذکر اس طرح آتا ہے کہ شاعر نے ان سے اکتساب فیض کیا ہو اور انہوں نے ان کو پندونصیحت کی ہے۔

تصوف سے دلچسپی اور بیعت

شیخ کو تصوف سے گہری دلچسپی تھی۔اس کے مراحل ومقامات طے کرنے میں آپکو شیخ شہاب الدین سہروردی سے بڑی مدد ملی۔ایک

دریائی سفر میں آپ حضرت سہروردی کے رفیق بھی رہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شاہ اتقیا واصفیا کے ہاتھ آپ نے بیعت بھی کی۔ فریدالدین عطار اور نجم الدین کبریٰ جیسے جید صوفیائے کرام کے ہم عصر تھے شیخ کو بچپن ہی سے فقراء اور درویشوں سے خاص تعلق رہا اس لئے وہ سماع کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ یہ شوق آپ کے علمی وادبی مشاغل کے مانع تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ ایک بدآواز قوال سے سابقہ ہوا مجبوراً رات بھر وہاں بیٹھنا پڑا صبح کو شیخ نے عمامہ اور ایک دینار قوال کو نذر کیا اور کہا کہ قوال بڑا کرامت والا بزرگ ہے کہ تمام اساتذہ کی نصیحت جہاں کارگر نہ ہوئی وہاں اس کی آواز نے وہ کام کردیا۔

زندگی کا دوسرا دور سیر وسیاحت

شیخ کی زندگی کا دوسرا دور سیر وسیاحت کا ہے۔ ہلاکو کی بربریت اور بغداد کی تباہی شیخ سے دیکھی نہ گئی۔ سیر وسیاحت کی ٹھانی۔ صحیفۂ کتب کے بعد صحیفہ کائنات کا شوق دامن گیر ہوا۔ چنانچہ شیخ برسوں ایشیا اور افریقہ کے مختلف ممالک میں سیاحت فرماتے رہے۔ مشرق میں خراسان اور تاتار گئے۔ بلخ وکاشغر میں بھی اقامت رہی ہندوستان بھی آئے سومنات کے مندر کی بھی سیر کی اور یہاں اقامت بھی فرمائی۔ ہندوستان سے بحری راستہ کے ذریعہ عرب پہنچے۔ عراق وشام وفلسطین، ایشیائے کوچک اور وسط ایشیا میں آذربیجان، اصفہان، تبریز بصرہ، کوفہ، طرابلس، دمشق، دیار بکر اسکندریہ، شمالی افریقہ وغیرہ کی سیر سے اپنے معلومات وتجربات میں حددرجہ اضافہ کرلیا اور صحیح معنوں میں جہاں دیدہ بن گئے۔ کافی بحری سفر بھی کیا، خلیج فارس، بحر عمان، بحر عرب، بحر ہند، بحر قلزم، بحر روم میں بار بار آمدورفت رہی حج کیلئے متعدد سفر کئے۔ مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ کئی بار پہنچے۔

آپ نے سفر میں بڑی بڑی مشکلات سہیں۔ ایک مرتبہ دمشق میں عیسائیوں نے گرفتار کرلیا اور خندق کھودنے کے کام میں لگا دیا ایک مدت کے بعد حلب کے ایک رئیس کا ادھر سے گذر ہوا جو شیخ کے مرتبہ سے واقف تھا۔ شیخ نے کہا کہ جو شخص اپنوں سے پناہ مانگتا تھا آج غیروں کے ہاتھوں ظلم وستم کا شکار ہے۔ اس رئیس نے عیسائیوں کو دس دینار دے کر شیخ کو چھڑالیا اور اپنی لڑکی سے شادی کردی۔ بیوی سخت مزاج تھی۔ شیخ کی ازدواجی زندگی بھی عجیب تھی۔ قدرت کا راز ہے کہ مالک کے محبوب بندوں کو سخت بیویوں سے سبق سکھایا جاتا ہے تاکہ ان کے صبر واستقلال میں مزید اضافہ ہو۔ یمن کے صدر مقام صنعا میں آپ نے دوسرا نکاح کیا اولاد ہوئی فرزند نصیب ہوا مگر بچپن میں ہی جاتا رہا۔ شیخ کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ بوستان میں لکھتے ہیں

”بہ صنعا درم طفلے اندر گذشت چہ گویم کزام چہ برسد گذشت“

یعنی صنعا میں میرا لخت جگر پیوند زمین ہوگیا کیا کہوں اس سے میرے دل پر کیا گذری۔

جب سعد زنگی کے بعد اس بیٹا قتلغ خان ابوبکر تخت پر آیا تو ملک کی حالت بہتر ہونے لگی۔ اس کی شہرت دور دور تک پہنچی۔ آپ کو بھی وطن واپسی کا خیال آیا۔ شیراز چلے آئے۔ یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بادشاہ علماء کی قدر نہ کرتا تھا۔ درویشوں کا دلدادہ تھا۔ شیخ نے بھی علم و فضیلت کا لباس اتار دیا درویشانہ زندگی اختیار کی اور اسی لباس میں اصلاحی کارنامے انجام دینے لگے۔

شیخ کی زندگی یہ تیسرا دور تھا اصلاحی کاموں میں سلاطین وقت کو جراءت مندی اور حق پرستی سے حق وانصاف، ہمدردی ورعایا پروری کا سبق

دینے لگے۔گلستان کا سب سے پہلا اور سب سے طویل باب بادشاہوں کے بارے میں ہے۔ان کی زبان و بیان کی خوبی و اخلاص کا اثر ہونے لگا۔

سعدی کی شاعری اور شہرت

شیخ سعدی کی شاعری کے جائزے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی شاعری میں چار بنیادی باتیں پائی جاتی ہیں۔حقیقت پسندی، خیالات کی بلندی، ندرت وجدت اور جوش وولولہ۔آپ کی کل بائس تصانیف میں گلستاں و بوستاں ایسی عظیم کتابیں ہیں جن کوادب کا تاج کہا گیا ہے۔گلستاں و بوستاں کی اکثر حکایات ان کے ذاتی تجربات و مشاہدات کا ایک گلدستہ ہے جوان کی ساری زندگی کا نچوڑ ہے۔آپ کے ارشادات ایک بالغ نظر، پختہ دماغ ونابغہ روزگار کے خیالات، تاثرات وکمالات کا اعجاز معلوم ہوتے ہیں۔ وہ نہ صرف ذہنوں کوگرماتے ہیں بلکہ ضمیر کوبھی جھنجھوڑتے ہوئے دلوں کی تہہ تک اتر کر گہرے اثر کے نقوش چھوڑ جاتے ہیں ان کی افادیت میں آج تک کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ اضافہ ہی ہوتا رہا جن کا مقصد ایک ایسی اعلی وارفع اخلاق شخصیت کی تعمیر ہے جو آدمیت کوانسانیت میں تبدیل کردے، عقل کوفضل سے ملادے۔علم وعمل کواخلاق سے جوڑدے، دین ودنیا دونوں کوسنواردے۔سب سے بڑھ کر ذہن کی آب وتاب روشنی، قلب سلیم کی تجلی اورروح کی لطافت سے انسان کامل کا درجہ پالے جوزندگی کی مدعا ہے۔

سعدی ان خوش نصیب شاعروں میں سے تھے جنھوں نے اپنی زندگی میں بلکہ ابتدائے جوانی میں اپنی شہرت کا غلغلہ سنا اوران کی یہ ناموری اتا بک ابوبکر کے زمانے میں کمال کوپہنچی۔ بوستان میں ایک جگہ کہتے ہیں ؎

کہ سعدی کہ گوئی بلاغت ربود　　　درایم ابوبکر بن سعد بود

سعدی نے اسی زمانے میں یعنی ۶۵۵ھ میں بوستاں نظم کی، چنانچہ فرماتے ہیں ؎

زشش صدفزوں بوپنجاہ وپنج　　　کہ من گفتم ایں نامبردارگنج

اس کے ایک سال بعد گلستاں تصنیف کی اس کے مقدمہ میں کہا ہے

دراں مدت کہ ماراوقت خوش بود　　　زہجرت شش صدوپنجاہ وشش بود

ان دوتصانیف کے سوا استاد کے قصائد، غزلیات، قطعات، ترجیع بند، رباعیات، مقالات اورعربی قصائد بھی ہیں جوان کے دیوان کلیات میں جمع کردئے گئے ہیں۔

سعدی اتابکان فارس کے سوا صاحب دیوان اوراس کے بھائی عطا ملک جیسے مشاہیر علماء وفضلاء سے تعلق رکھتے تھے۔اوران کی مدح کی ہے وہ اپنے زمانے کےشاعروں سے بھی ادبی روابط رکھتے تھےاوران میں سے اکثر نے ان کی ستائش کی ہے۔چنانچہ مجد ہمگر جوخود بھی اتابک ابوبکر کے دربار سے انتساب رکھتا تھا۔کہتا ہے ؎

ازسعدی مشہورسخن شعررواں جوی　　　کوکعبہ فضل است دلش چشمۂ زمزم

خواجہ ہمام الدین تبریزی نے جوخود بھی ایک شیریں مقال شاعراورصاحب دیوان کا مدح گوتھا،سعدی کی اہمیت اوران کے حسنِ

شہرت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہتا ہے

ہمام راسخن دل فریب وشیریں ہست　　　　ولے چہ سود کہ بے چارہ نیست شیرازی

آنے والی نسلوں نے سعدی کا جتنا اثر قبول کیا دنیا میں انکی جتنی شہرت ہوئی اور مشرقی اور خاص کر ایرانی ادبیات پر انھوں نے جو اثر ڈالا ان سب چیزوں کا ذکر یہاں ممکن نہیں ایران کے بے شمار عالموں اور دنیا بھر کے فاضلوں نے استاد کی بزرگی کے اعتراف میں گوناگوں عنوانوں کے تحت عقیدت کے پھول پیش کئے اور بڑے بڑے شاعروں نے انہیں خراجِ تحسین پیش ادا کیا ہے۔

مثلاً لسان الغیب خواجہ حافظ فرماتے ہیں۔

استاد سخن سعدیست نزد ہمہ کس اما　　　　دارد سخن حافظ طرز سخن خواجہ

امیر خسرد دہلوی اس طرح عقیدت پیش کرتے ہیں۔

جلد سخنم دارد شیرازۂ شیرازی

سعدی نہ صرف ایران بلکہ تمام اسلامی ممالک اور تمام عالم علم وادب میں اپنے زمانے سے لے کر اب تک نامور شعراء میں شمار ہوتے آئے ہیں ہر جگہ ان کے افکار اور اشعار بڑے شوق و رغبت کے ہاتھوں لئے اور عقیدت کی آنکھوں سے لگائے۔ یہاں تک کہ کتاب گلستاں سلاطین ہند اور سلاطین عثمانی کے درس میں رہی اور ان ملکوں کے بادشاہوں اور شہزادے ان کے اشعار از بر رکھتے تھے ہمارے زمانے کے اہل علم وادب نے ان کی جو قدر کی ہے اس کا کیا کہنا ان کی تصانیف کا ترجمہ دنیا کی تقریباً تمام اہم زبانوں میں ہو چکا ہے اور ان کا نام ساری دنیا میں جانا پہچانا جاتا ہے۔

سعدی کا تتبع

سعدی کی تقلید کیا نظم اور کیا نثر دونوں میں ایران کے بہت سے شاعروں اور ادیبوں نے کی۔ نظم ونثر میں کئی رسالے اور کئی کتابیں ان کی پیروی میں لکھی گئی۔ گلستان کے طرز میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ آٹھویں صدی کے شاعر مجد خوانی کی روضۂ خلد۔ جامی کی بہارستان، معین الدین جوینی کی نگارستان اور قاآنی کی پریشان۔

وفات

آپ نے طویل عمر پائی کسی نے ان کی عمر ایک سو بیس سال بتائی ہے تو کسی نے ایک سو سولہ سال۔ اس عظیم شاعر کی وفات ۶۹۱ھ۔۶۹۴ھ کے درمیانی سالوں میں ہوئی۔ یہ ہلاکو خان کے پوتے ارغوں خان کا زمانہ تھا اور اسی شہر میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار مقام دلکشا سے کچھ دور پہاڑ کے نیچے ہے اور اب سعدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ مقرر دن لوگ زیارت کو جاتے ہیں دن بھر وہیں رہتے ہیں اور شام کو واپس آتے ہیں۔

گلستان و بوستان کا اجمالی جائزہ

اس مقالے میں آپ کی دو کتابیں گلستاں و بوستاں پر اجمالی روشنی ڈالنے کیکوشش کی جائے گی۔

گلستاں کے تمہیدی باب میں رب ذوالجلال، خالق کون ومکاں کی ذات وصفات رحم وکرم میں جو عرض ہے اور مولائے کُل و شفیع الامم کی عظمت میں جو عقیدت پیش کی ہے وہ اعجاز سے کم نہیں۔ شعور انسانی سے آج تک الٰہیات پر جتنا لکھا گیا ہے وہ کسی اور پر نہیں۔ سعدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اس کی نزدیکی کا سبب ہے۔ سارے اہل اللہ قرب الٰہی کے دیوانے تھے۔ سعدی نے اس کے حصول کا آسان نسخہ تجویز کیا کہتے ہیں کہ مالک کا شکر ادا کرنے سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی ایک دلیل آپ نے پیش کی جو غضب کا ادراک رکھتی ہے ہر سانس میں دو نعمتیں ہیں ایک سانس جو اندر جاتی ہے جسمانی اعضا کو پاک کرتی ہے اور دوسری سانس جو باہر آتی ہے گندگی کو خارج کر دیتی ہے ہمارا مرنا جینا انہیں دو سانسوں پر منحصر ہے۔ کیا ہم نے کبھی ان سانسوں کی اہمیت کا اندازہ کیا۔ کیا یہ نعمت عظمیٰ نہیں؟ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا کیا ہمارا فرض نہیں؟ اس نے ہماری ہر سانس میں دو نعمتیں بھر دیا جن کے بغیر ہم ایک لمحہ زندہ نہیں رہ سکتے تو ہم کیسے بندگی کا حق ادا کر سکیں گے؟ ''ہر نفس دو نعمت موجود است'' کا نظریہ پیش کر کے بندگی کا وہ مفہوم سمجھایا جو کئی دفتروں میں ادا نہیں ہو سکتا تھا۔

شان رب ذوالجلال کے ساتھ عظمت رحمت عالم فخر موجودات، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سعدی نے جو فرمایا وہ تقدس سے کم نہیں۔ شان کبریائی کے ساتھ شان رسالت کا بیان بھی معرفت سے خالی نہیں۔ کہتے ہیں کہ حضورؐ جو کائنات کے سردار مخلوق کے لئے باعث، عالموں کے لئے رحمت اور تمام انسانوں میں برگزیدہ ہستی ہیں اور زمانے کے دور کو اپنی ذات بابرکات سے پورا کرنے والے ہیں حدیث میں فرمایا جنکے اوصاف ہیں ۔ ''شفیع مطاع نبی کریم قسیم جسیم نسیم وسیم''

یہاں حضور کے اوصاف جمیل کا تذکرہ ہے وہ شفیع الامم ہیں امتیوں کی سفارش کرنے والے، رب غفور آپ کی سفارش قبول فرمائے گا اور حضورؐ کا ہی سہارا ہے کہ امتی بخشے جائیں گے۔ مطاع کا شرف بخشا گیا ساری امت آپ کی مطیع کر دی گئی۔ اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت لازمی قرار دی گئی۔ لفظ مطاع میں گہرا علم و عرفان ہے۔ نبی کا مقام اعلیٰ و ارفع ہے۔ اگر وہ نبی ختم الرسل، مولائے کل، دانائے سبل، فخر موجودات، خیر البشر اور رحمت عالم ہو تو اس کا مقام کتنا اعلیٰ و ارفع ہوگا۔ یہ ساری باتیں سعدی نے ایک لفظ نبی کا لکھ کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ کریم کی صفت بھی بہت معنی خیز ہے۔ آپ کا اسوۂ حسنہ کرامت ہے۔ حضور کے کرم و عنایت سے بندگان خدا کو تین بڑے انعامات ملے۔ ایک ایمان و اسلام، دوسرا حکومت الٰہیہ، اور تیسرا تہذیب حجاز۔ سعدی نے ایک لفظ میں تاریخ عالم اسلام کو سمو دیا ہے۔ قسیم تقسیم کرنے والے کو کہتے ہیں۔ آپ نے علوم کو تقسیم کیا۔ حسن اخلاق پھیلایا، اسلامی تعلیمات کو عام کیا، انسانیت کا پیغام پہنچایا سارے معاشرے کو اخوت کے رشتہ میں جوڑا، امر و نہی کا سبق پڑھایا۔ جسیم کا لفظ حسن و جمال کے لئے آیا ہے۔ آپ متناسب اعضا والے تھے۔ انسان کامل کا مجسمہ تھے۔ نسیم باد بہاری کو کہتے ہیں جو ساری فضا کو معطر کر دیتی ہے۔ آپ کا وجود باعث رحمت تھا۔ وسیم کے معنی خوبصورتی کے ہیں۔ آپؐ کی ذات اقدس سے حسن کردار اور پاکیزہ خیالات عیاں ہوتے رہے۔ سعدی نے جب مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس پر حاضری دی تو زبان سے وہ کلمات نکلے جن کی نظیر آج تک کسی نے پیش نہیں کی۔

بلغ العلیٰ بکمالہ، کشف الدجیٰ بجمالہ   حسنت جمیع وخصالہ صلوعلیہ وآلہ

اس عقیدت کے گلدستہ میں فصاحت و بلاغت کا ایک بحر بیکراں موجزن ہے۔ چھوٹی بحر کے ان چار اشعار میں حضورؐ کے امتی ہو نے کا حق ادا کر دیا۔ اس شعر سے آپ نے شاعری کو رفعت بخشی کہ شاید آپ کی ادا عرش کے کنگوروں کو بھی پسند آئی ہوگی۔ کون عاشق رسولؐ ہے جو ان اشعار پر جھوم نہ اٹھے۔

حضور کے مرتبہ کو کون قیاس میں لا سکتا ہے؟ بلندیوں میں آپ کا وہ مقام ہے کہ رب العزت نے آپ کو عرش پر بلایا۔ بلغ العلیٰ میں یہی نکتہ مضمر ہے۔ جب آپ زمین پر تشریف لاتے ہیں تو کشف الدجی کا جمال دکھاتے ہیں۔ شرک کی بیخ کنی کفر کے اندھیروں کو دور کرنا باطل کو مٹانا اور اعلائے کلمۃ اللہ کی بانگ بلند کرنا۔ حسنت جمیع زمان ومکاں کو چیر کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امت کو آپ کا اسوۂ حسنہ کا تحفہ عطا کر نا ہے۔ آخری بیت عبادات میں داخل ہے کہ درود بھیجو حضورر پر اور ان کی آل پر کہ آپ سرور کائنات، شافع محشر خیر البشر اور رحمت عالم ہیں۔

گلستاں کا پہلا باب بادشاہوں کی سیرت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قیادت وسیادت، حکمرانی وفرمانروائی بڑی ذمہ داری کا مام ہے۔ وہ عیش وعشرت وذاتی منافع کے لئے نہیں بلکہ عوام کی فلاح و بہبود وخدمت خلق کے لئے ودیعت کی جاتی ہے۔ حق وانصاف، سخاوت و شجاعت، صبر وتحمل، ہوشمندی دور اندیشی، خوف خدا اور جذبہء خدمت بادشاہوں کا شعار ہونا چاہئے۔

دوسرا باب درویشوں کے اخلاق کے بارے میں ہے ان کا کام عبادت وریاضت ہے۔ ذات حق، صفات حق، اثبات حق، وتلاش حق میں وہ اس قدر منہمک رہتے ہیں کہ کچھ خبر نہیں ہوتی۔ عشق الٰہی انکا محبوب مشغلہ ہے۔ ترک دنیا، عبادت وریاضت، صبر وتحمل، فقر وغنا، زہد وتقویٰ ان کا مرغوب دھندہ ہے۔ تزکیہ نفس، طاعت ونیابت الٰہی ان کا مخصوص مرحلہ ہے۔ درویش دین کے سفیر ہوتے ہیں جن کا کام روحانی وباطنی تعلیم وتربیت ہے۔ آپ نے ظاہری سرداری یعنی بادشاہوں کے تذکرے کے فوراً بعد باطنی پیشوائی یعنے درویشوں کی خصلت پر روشنی ڈال کر تخلیق کے اہم راز کو فاش کیا۔

گلستان کا تیسرا باب قناعت ہے جو سیرت صالحہ کے لئے از بس ضروری ہے۔ حقیقی مسرت وکامرانی مال ودولت کی افراط سے نہیں اقتدار ودبدبہ سے نہیں بلکہ قناعت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ قناعت وہ کشف ہے جو دل ودماغ کو ایسی روحانی غذا فراہم کرتی ہے جو تہذیب کا دائمی وقائمی جز بن جائے۔

چوتھا باب خاموشی کے بارے میں ہے۔ خاموشی وقار کی کسوٹی ہے۔ بولنے سے زیادہ مفید شئے کا کام کرنا ہے آواز فضا میں بکھر جاتی ہے۔ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ عمل وہ جادو ہے جو باقی رہے گا۔ بولنا تیر کمان کے مشابہ ہے۔ تیر اندازی میں ہر شخص کمال حاصل نہیں سکتا۔ تیر کا نشان چوک جائے تو پشیمانی لاحق ہوگی۔ احمق لوگ زیادہ بولتے ہیں، ذلت اٹھاتے ہیں۔ عقلمند خاموش رہتے ہیں۔ ان کے لب جب کھلتے ہیں بھلائی کے لئے کھلتے ہیں ورنہ بند رہتے ہیں۔

پانچویں باب میں عشق وجوانی کا تذکرہ ہے جہاں عبرت کی کہانیاں بھی ہیں اور ہر قسم کے کانٹے اور پھول بھی۔ شیخ سعدی نے حسن

صورت سے زیادہ حسن سیرت پر زور دیا ہے۔ حسن صورت آج ہے کل نہیں لیکن حسن کردار وخیالات دائمی ہے جو لحد تک ساتھ دیتا ہے۔ حسن آئینہ حق ہے اور دل آئینہ حسن۔ کمال کی انتہا کو حسن کہتے ہیں اور محبت کی انتہا کو عشق۔ جہاں عشق روحانی جذبہ رکھتا ہے کشف وکرامات کا مقام آتا ہے۔ عشق ومحبت فطری جذبہ ہے جہاں تخلیق کا راز فاش ہوتا ہے۔

چھٹا باب بڑھاپے کی کمزوریوں کو عیاں کرتا ہے۔ ساتواں باب اخلاق وعادات کا وہ طریقہ سکھاتا ہے جو انسانیت کا تقاضیٰ ہے۔

اگر گلستاں کو مہر منور کہا جائے تو بوستاں بدر کامل ہے۔ اگر گلستاں نثری شاہکار ہے بوستاں شعری شاہکار ہے۔ گلستاں سے پہلے بوستاں مرتب ہوئی جو فطری اصول ہے۔ انسانی فکر وعمل میں شاعری کو اولیت حاصل ہے بوستاں شیخ سعدی کے شام وترکستاں کے سفر کا آئینہ دار ہے مسلسل تیس برس کی سیر وسیاحت میں جو کچھ بھی آنکھوں نے دیکھا، دل ودماغ نے پسند کیا اور عقل وہوش نے قابل ذکر سمجھا وہ کاغذ پر آبدار موتیوں کی طرح چمکنے لگے۔ بوستاں خود شیخ کی سرگذشت ہے۔ اس میں علم وحکمت کے موتی رولے گئے ہیں۔ اس میں دس باب ہیں وہ ہیں عدل ورائے وتدبیر جہاں داری، احسان، تواضع، رضا، قناعت، تربیت، شکر، توبہ اور مناجات۔

شیخ سعدیؒ کی گلستان وبوستاں علم وحکمت کا ایک خزانہ ہے۔ یہاں عقل وفضل کے موتی رولے گئے ہیں جو فکر وعمل کے بحر بے کراں کی تہہ سے نکالے گئے ہیں۔ یہاں تجربات ومشاہدات کا گنجہائے گرانمایہ موجود ہے یہاں پند ونصائح کا دفتر موجود ہے جو تعلیمات اسلامی کا نچوڑ ہے۔ یہاں حکایات، تمثیلات اور تشبیہات کی شورش ہے جو آسمان ادب وشعر شاعری کا اعجاز ہے۔ یہاں احوال، اقوال اور افعال کے وہ چشمے جاری ہیں جو آداب زندگی کے ہر گوشہ کا احاطہ کرتے ہیں۔ اس چمن میں تہذیب حجاز کے وہ رنگ برنگے پھول کھلے ہیں جو آداب اسلامی، اخلاق وعادات وکردار کا باغ وبہار ہیں۔ شیخ سعدیؒ کے گلشن ادب کی سیر صرف دل ودماغ کو ہی فرحت نہیں بخشتی بلکہ قلب سلیم میں بصیرت کی لطافت بھی بھر دیتی ہے۔

شیخ سعدیؒ کی زندگی کا جائزہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس سرائے فانی میں کئی بڑی بڑی ہستیاں گذریں اپنے کارہائے نمایاں انجام دئے مگر آپ جیسا نابعۂ روزگار مشکل سے نظر آتا ہے۔ آپ صوفی کا دل فلسفی کا دماغ، مرد مومن کا ضمیر رکھتے تھے،، مرد مجاہد کی شجاعت کے حامل تھے۔ عبادت وریاضت میں یکتا تو علم وفضل میں بھی دولت وحشمت میں درویشی وعزلت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ اپنی زندگی میں بہاریں بھی دیکھیں، سختیاں سہیں، سیر وسیاحت بھی کی اور گوشہ نشینی بھی اختیار کی۔ ان میں نطق کی جادو بیانی وسحر انگیزی تھی اور قلم کی شیرینی ،فصاحت وبلاغت بھی۔ وہ مرشد بھی تھے مصلح بھی، آپ نے دین ودنیا کی رہنمائی کی۔ انسان کی کتاب زندگی کے پریشان اوراق پر اخلاق کے ایسے محاسن نقش کردئے جو آدمی کو انسان میں تبدیل کردے۔ ایسی ہستیوں کے لئے علامہ اقبال نے ایک جگہ کہا ہے ؎

''چناں بہ زی کہ اگر مرتست مرگ دوام   خدا ز کردئ خود شرمسار گردد''

یعنے ایسی زندگی بسر کر کہ اگر تجھے موت آئے تو خدا جس نے تجھے پیدا کیا ہے، شرمندہ ہوجائے۔ میری مشیت سے تیری موت واقع ہوئی جو خلائق کو ایک عظیم فیض سے محروم کردی۔

مقالہ نگار ڈاکٹر محمد صبغۃ اللہ گنگا نگر بنگلور   مورخہ ۲۸ رمئی ۲۰۱۲

نوٹ:۔ یہ مقالہ سیمینار بہ موضوع 'شیخ سعدیؒ فکر وفن'، منعقدہ سبیل الرشاد لائبریری ہال، بنگلور میں ۳/جون ۲۰۱۲ء کو پڑھا گیا۔

حوالہ جات:

۱) گلستان سعدی مترجم ۲) بوستان سعدی مترجم

۳) تاریخ ادبیات ایران از ڈاکٹر رضا زادہ شفق

۴) رسالہ نور بصیرت مدیر ڈاکٹر بی شیخ علی